

اسلام علیکم !!!

ہماری ویب سائٹ پر شائع ہونے والے تمام ناولز اور مواد بمعہ مصنفہ / مصنف کے نام سے محفوظ ہیں۔

بغیر اجازت کوئی بھی شخص ان تمام ناولز یا مواد سے متعلق مسودہ ویب سائٹ یا مصنفہ / مصنف کی اجازت کے بغیر نقل نہیں کر سکتا۔

نقل شدہ مواد پکڑے جانے کی صورت میں متعلقہ فرد / بلاگ / ویب سائٹ کو درپیش آنے والے مسائل کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔

نوٹ:

ہمیں اپنی ویب سائٹ کلاسک اردو میٹریل کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول / ناولٹ / افسانہ / کالم / آرٹیکل / شاعری شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

Email Address

bestreadingmaterial@gmail.com

samreenshah@gmail.com

hoorabhussain7897@gmail.com

Facebook Group: Classic Urdu Material

/Facebook Page: <https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial>

ان شاء اللہ آپکی تحریر ایک ہفتہ کے اندر اندر ویب سائٹ پر شائع کر دی جائے گی۔
مزید تفصیلات کے لیے اوپر دیے گئے ای میل ایڈریس پر رابطہ کریں۔

شکریہ

انتظامیہ کلاسک اردو میٹریل

عنوان

قید

از حنا میمن

میں ایک الجھی ہوئی لڑکی ہوں چھوڑ
مجھ

ہر ایک سوچ میں الجھن، ہر اک خیال گرہ۔۔۔۔۔!!

وہ خاموشی سے لہروں کو تگے جا رہی تھی

جو آواز پیدا کرتی آتیں اور خاموشی سے لوٹ جاتیں

وہ بھی تو ایسی ہی تھی اُس نے بھی تو کتنا شور مچایا تھا

مگر اب اُسے خاموش ہی رہنا تھا سپاٹ خاموشی اُس کا مقدر
بننے والیں تھی

"ہیر تم کیوں کچھ نہیں کہتیں تم کہو تو انکل آنٹی سے میں بات
کروں؟ وہ کیوں تمہاری زندگی تباہ کرنا چاہ رہے ہیں؟"

تمنا کب سے اُسے سمجھا رہی تھی مگر وہ خاموش تھی جیسے الفاظ
ختم ہو گئے ہوں

"ہیر!! میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں!!" تمنا نے اُسے جھنجھوڑا

"کیا چاہتی ہو تم بتاؤ؟ کیا کروں ایک مہینہ ہوا مجھے پورے ایک مہینہ میں نے شور مچایا ہے کبھی بھوک ہڈتال کبھی اپنے آپ کو نقصان پہنچایا سب سے تعلق قطع کر لیا

یہاں تک کے اُس ذلیل انسان کو بھی کھری کھری سنادی مگر کیا ہوا کچھ ہوا بتاؤ تمنا کچھ ہوا" وہ بھی پھٹ پڑی

"جب اپنے آپ کو نقصان پہنچانے سے بھی بابا کو مجھ پر رحم نہیں آیا تو اور کیا حربہ آزماؤ اب میں نے اپنا فیصلہ اس پر چھوڑ دیا ہے تمنا وہ ہی کچھ کرے گا"

وہ سر جھکا کر بے بسی سے بولی تمنا نے اُسے تاسف سے دیکھا
اُس نے بچپن سے سفر کیا تھا اور آج زندگی اُس سے کتنا بڑا
امتحان لینے جا رہی تھی کاش!! وہ اُس کے لئے کچھ کر پاتی تمنا کی
آنکھیں نم ہو گئیں

"تمہارے بابا ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ وہ تو تمہارے کزن کو جانتے
ہیں وہ کیسا ہے پھر بھی!" وہ بھی سامنے موجوں کو دیکھتی
استفسار کرنے لگی ہیر نے سرد سانس ہوا کے سپرد کی

"اپنے بھائی کی محبت، اور انا کی خاطر، اور سب سے اہم پیسے کی
خاطر کیونکہ ساری جائیداد عرفان کے نام کی گئی ہے

وعدہ کیا ہے بھائی سے اپنی بیٹی کو ان کے لنگور بیٹے سے باندھنے
کا بس تین ہی چیزیں بابا کو عزیز ہیں پھر بھلے ان کی بیٹی مر کھپ
جائے"

"اور ان دونوں چیزوں کے لئے وہ تمہیں قربان کر رہیں ہیں اُس
دلِ دل میں تمہیں جھونک رہے ہیں

ایسی آگ میں پھینک رہے ہیں جہاں سے نکلتا مشکل ہی نہیں
ناممکن ہے وہ تمہیں کھو دینگے

ہیر تم پلیز میری خاطر ایک آخری دفع کوشش کر لو!" وہ منت کرتے ہوئے بولی

"آہ۔۔۔ ہزار دفع کوشش کر چکی ہوں

تو تمہاری خواہش بھی پوری کر دیتی ہوں ویسے بھی میں تو سب کی خواہشوں کی تسکین کے لئے ہی رہ گئیں ہوں

سب مجھے اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں اور پھر دہکتی ہوئی آگ کی نذر کر دیتے ہیں"

اُس کے لہجہ میں کیا کچھ نہ تھا تمنا کو لگا زین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے

"بات کروں گی آج بابا سے اگر آج بھی وہ نہ مانے تو پھر میں کچھ
بھی نہیں کہوں گی اپنے آپ کو حالات کے سپرد کر دوں گی" وہ ٹھنڈی
آہ بھر کر بولی

"چلو گھر چلیں" وہ جیب سے گاڑی کی چابی ٹٹولتی خود کو نارمل
کرنے لگی

"کیا تم ٹھیک ہو؟" تمنا نے اُس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ دھرا

"اب ٹھیک لفظ میرے نصیب میں نہیں ہے" وہ تلخی سے بولی
اور مڑ گئی

تمنا بھی خاموشی سے اُس کے پیچھے چل پڑی

سب ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے

ہیر نے موقع کو غنیمت جانا کیونکہ سب ہی اس وقت وہاں موجود تھے

دل میں مبہم سی اُمید لئے وہ گویا ہوئی شاید کوئی اس کی حمایت میں بول کر اُسے اُس دلدل میں دھنسنے سے بچالے

ہیر نے گلا کھنکھارا لیکن سب اپنے کام میں مصروف رہے جیسے
اُس کی آواز کسی نے سنی ہی نہیں

ہیر نے سب کو دیکھا مگر کوئی ایک بھی اُس کی جانب متوجہ نہ ہوا
ہیر کا دل ڈوب کر اُبھرا تھا

"بابا مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ بلا آخر بول پڑی

"ہیر اگر آپ دوبارہ اُسی موضوع پر بات کرنا چاہتی ہیں

تو آپ جانتی ہیں ہم پیچھے نہیں ہٹینگے ہم وعدے کے پابند ہیں اور
پھر اگر آپ کے جگہ کوئی بھی ہوتا تو ہم اُسے قربان کر دیتے"

وہ حتمی لہجہ میں بولے ہیر کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گی

"بابا!!" لب پھڑپھڑائے مگر آواز نہ نکلی وہ کیا کہہ رہے تھے

یعنی وہ ایک ایک حرکت سے واقف تھے کہ عرفان کیسا تھا پھر
بھی وہ، وہ کیسے باپ تھے ہیر کو سمجھ نہ آئی

اُس نے مدد طلب نگاہوں سے ماں کو دیکھا مگر وہ نظریں چراگئیں
بہن کو دیکھا

تو وہ سٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی بھائی کو دیکھا تو محض تسلی سے
آنکھیں بند ہوئیں

مگر کوئی بھی اُسے ڈھارس نہ دے سکا ہیر بے بسی سے نظریں
جھکا گئی

اور اگلے لمحہ اُس نے آنسوؤں کا گلہ گھونٹ کر بولنا شروع کیا

اگر اب کچھ بچا ہی نہ تھا تو وہ کم از کم اپنی بھر اس تو نکال لیتی

"آپ لوگ جانتے ہیں عرفان کن کن غلط کاموں میں ملبوس ہے
بلکہ یہ کہیں کے ایسا کونسا غلط کام ہے

جس میں وہ ملبوس نہیں پھر بھی آپ اپنی بیٹی کو جانتے بوجھتے
اُس دلدل میں پھینک رہے ہیں لیکن آپ لوگ یہ بھول رہے
ہیں

کہ یہ زندگی میری ہے میرے اللہ نے مجھے دی ہے اسے گزارنے کا
حق صرف مجھے ہے یہاں تک ہے

مجھے اتنا حق بھی حاصل ہے کہ میں کسی رشتہ کے لئے ناں بھی
کر سکتی ہوں

مگر مجھ سے یہ سب حق تو بابا آپ نے چھین ہی لئے ہیں

کروادیں آپ میرا نکاح اُس کے ساتھ مگر میری یہ شرط ہے کہ
میری میت پر بھی آپ لوگ مت آئیے گا۔"

وہ زار و قطار روتی بولی سب کو ہی اُس کے الفاظ مار گئے تھے

ایک ماں کی تڑپ جاگی تھی ایک بہن کی محبت جاگی تھی

ایک بھائی کی غیرت جاگی تھی باپ کے دل میں ٹپسیں اُٹھیں
تھیں

مگر پھر بھی سب پتھر دل بن گئے تھے ہیر نے کچھ بھی نہ کھایا اور
چپ چاپ وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی

پورے گھر میں وحشت زدہ خاموشی تھی

اس گھر کی درودیوار چیخ چیخ کر رو رہیں تھیں مگر یہاں کے فرد
سفاک تھے

اور اصغر صاحب نے ایک اور فیصلہ کیا تھا

جو سب کو جھٹکوں کی زد میں لے آیا تھا

اور سب ہی یہ بات ہیر سے کرنے میں ہچکچا رہے تھے

"مگر اصغریہ جلدی"۔۔۔ وہ کچھ بولنے لگیں مگر اصغر صاحب نے ہاتھ کے اشارہ سے روک دیا

"اگر آپ لوگ یہ کام کرنے سے ہچکچا رہے ہیں تو ہم خود کر لینگے" وہ سخت لہجہ میں بولے

"نہیں آپ رہنے دیں میں خود کرتی ہوں" اسماء آرا نے خوفزدہ ہو کر کہا ڈر تھا

کے باپ بیٹی میں تلخ کلامی نہ ہو جائے اور اصغر صاحب کوئی
غلط قدم نہ اٹھالیں

"ٹھیک ہے جائیں مگر یاد رہے ہم نہ سننے کے قائل نہیں جواب
ہاں ہی ہونا چاہئے"

لہجہ تنبیہ کرنے والا تھا اسماء آرا محض سر ہلا سکیں اور چھوٹے
چھوٹے قدم اٹھاتی

زینیں طے کرنے لگیں دل بنجر لگ رہا تھا

وہ ایسا کیوں کر رہیں تھیں ہر دفع کی طرح وہ آج بھی اپنی اولاد کا
دفع نہ کر سکیں

تھیں کتنی مجبور ماں تھیں، بلکہ نہیں ماں کی ڈکشنری میں مجبوری
نہیں ہوتی

وہ تو اولاد کی محبت میں بڑی سے بڑی چٹان کو بھی پار کر سکتی ہے

اگر وہ ڈٹ جائے تو کوئی ذات اُس کی اولاد کو خراش تک نہیں
پہنچا سکتی

لیکن اسماء آرا شروع سے ہی خوفزدہ تھیں ان میں تو اپنے لئے
لڑنے کی سکت نہ تھیں کیسے اُس کے لئے لڑتیں

وہ دروازہ کے سامنے آکھڑی ہوئیں مگر اندر سے آتیں دلخروش
رونے کی آوازیں انہیں زیر کرنے لگیں وہ رو رہی تھی

رو نہیں چیخ رہی تھی کتنی مجبور ہو گئی تھی وہ، اسماء آرا کا دل
کاپنے لگا انہوں نے لرزتے ہاتھوں سے دروازہ کی ناب گھمائی

اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اُس کے مقابل آکھڑی ہوئیں
کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی ہیر نے گھٹنوں میں دیا سر
دھیرے دھیرے اٹھایا تھا

اور سامنے اپنی ماں کو دیکھ وہ بکھرتی چلی گئی تھی ماں خود دوسری
جانب دیکھتی ضبط کے بندھن باندھے ہوئے تھیں

"ام۔۔ امی" ہیر نے دھیرے سے پکارا اسماء آراء کی آنکھ سے
ایک موتی گر کر قالین میں جذب ہو گیا وہ اب بھی کھڑکی سے پار
دیکھ رہیں تھیں

"ہیر مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے" انہوں نے بامشکل کہا ہیر کو
لگا وہ کوئی خوشی کی نوید سنانے آئیں ہیں اُس نے اپنے ہاتھ سے
آنسو پونچھے اور فوراً سے اٹھ گئی

"امی کہیں! آپ یہی کہنے آئی ہیں نہ کے بابا نے اُس رشتے سے
منع کر دیا؟" ہے وہ سرخ آنکھوں سے مسکرا نے لگی
اسماء آرا خاموش رہیں

"کہیں نہ امی!" مسکراہٹ ابھی بھی سمٹی نہ تھی

"تم۔۔ تمہارا آج، آج شش۔۔ شام نن۔۔۔ نکاح ہے"
ناچاہتے ہوئے بھی لہجہ نم ہو گیا تھا ہیر دو قدم پیچھے ہوئی تھی گہری
ہوتی مسکراہٹ معدوم ہو گئی تھی آنسو دوبارہ بہنے لگے تھے

"آ۔۔ آپ، آپ مذاق کر رہی ہیں نہ، ہیں نہ؟" وہ بے یقینی سے
بولی اسماء آرا ابھی اب رونے لگیں تھیں

"بولے نہ امی! آپ مذاق کر رہی ہیں نہ" "بولیں نہ!" وہ آگے بڑھ کر
انہیں جھنجھوڑتی ہوئی بولی

"ایسا، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، نکاح تو ایک ہفتہ بعد تھا آج، آج
شام کیسے؟" وہ اپنے بال نوچنے لگی

"آپ لوگ ایسا نہیں کر سکتے نہیں" وہ دیوانہ وار بولنے لگی اور
گردن نفی میں ہلانے لگی اسماء آرا کا ہاتھ اٹھا تھا اور اُس کے
رخسار کو سرخ کر گیا تھا

"ہوش میں آؤ ہیر! ہوش میں آؤ یہ تمہارے ابو کا حکم ہے

اور تم جانتی ہو وہ ناں سننے کے حق میں نہیں تمہاری بہن کے
ہاتھوں نکاح کا جوڑا بھجوا رہی ہوں

تیار ہو جانا کوئی چوں چرا نہیں چلے گا " وہ سخت لہجے میں کہتیں
جانے لگیں

مگر ہیر کے الفاظ سیسے کے مانند اُن کے کانوں میں لگے تھے اُن
کے قدم جم گئے تھے

"آپ نے تو آج تک میری حمایت نہیں کی بلکہ میری کیا کسی کی
نہیں کی کیونکہ آپ ایک بزدل ماں ہیں

جسے اپنے اولاد کا دفع آتا ہی نہیں ایسا تھا تو بچپن میں ہی گلہ
گھونٹ دیتیں یوں اذیت سے پُر زندگی مجھے نہیں درکار تھی

ارے ماں تو وہ ہوتی ہے جو کسی سے بھی لڑ جائے اور آپ
اپنے شوہر سے نہیں لڑ پائیں جائیں کہہ دیں اپنے شوہر سے آج
ابھی اور اسی وقت نکاح ہو گا نکال دیں

اپنی بیٹی کا جنازہ یہاں سے لیکن یاد رکھئے گا وہ جب بھی وہاں
آئیں گے اپنے بھائی سے ملنے آئے گے ان کی بیٹی آج اُن کے
لئے مرجائے گی اور کبھی اپنا منہ نہیں دیکھائے گی مرا ہوا بھی
نہیں"

اُس نے یہ الفاظ آنسوؤں کی آمیزش سے پاک لہجہ میں کہے تھے
لیکن اسماء آرا کی روح فنا ہو گئی تھی

اُن میں تو پیچھے مڑنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی اور پھر اُن کے
قدم باہر کی جانب بڑھ گئے تھے

مگر اُنہوں نے پیچھے سے کسی کے
گرنے کی آواز محسوس کی تھی

اُن کی بیٹی بکھر گئی تھی اور وہ کچھ نہ کر پائیں تھیں، کچھ بھی نہیں

جن کو ڈر ہی نہیں تھا مجھے کھونے کا ----!!!

انہیں کیا افسوس ہوگا میرے نہ ہونے کا ----!!!!

نکاح خواں آگئے تھے وہ سفید گھٹنوں سے نیچے تک آتی فراک میں
لبوس تھی



اُس کے ساتھ چوڑی دارپا جامہ زیب تن کیا تھا اور لال چنری
سے گھونگھٹ لیا گیا تھا

وہ صوفے پر بیٹھی تھی



ایک طرف مولوی صاحب بیٹھے تھی اُن کے ساتھ اصغر صاحب
اور عرفان کے ابو جمشید کھڑے تھے

ہیر کے دائیں طرف ہیر کا بھائی سفر کھڑا تھا اور اُس کے برابر
میں ہیر کی بہن مہک کھڑی تھی

جبکہ اسماء آرا ہیر کے ساتھ اُس کے برابر میں ہی براجمان تھیں

مولوی صاحب نے نکاح شروع کیا تھا وہ اُس کی رضامندی
دریافت کر رہے تھے

مگر وہ کیا بتاتی اُس کی رضامندی مانگی ہی کب گئی تھی

جوابھی فرضی پوچھی جارہی ہے اُس کا دل کیا ابھی چیخ چیخ کر
کہے نہیں مجھے نہیں منظور یہ نکاح مگر وہ ایسا نہ کہہ سکی اور قبول
ہے کی تینوں دفع گردان الاپ لی اور سب سے مشکل مرحلہ تھا

نکاح نامہ پر دستخط!! آنسوؤں لڑیوں کی صورت بہنے لگے دل لرز
رہا تھا

ہاتھوں کی کپکپاہٹ دیدنی تھی چہرہ سفید پڑ گیا تھا

اُسے لگ رہا تھا اُسے موت کی نوید سنائی گئی اور جس پر اُس نے
ہامی بھر لی ہے اور اب صرف دستخط باقی ہے

مولوی صاحب دستخط کرنے کا خانہ دیکھا رہے تھے مگر نظریں
دھندھلائی ہوئی تھی بلا آخر ہیر نے قلم تھاما تھا

اور با مشکل مطلوبہ جگہ پر دستخط کر دیئے تھے اور پھر ضبط کے
بندھن توڑتی وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ
کر رودی ہر طرف مبارک باد کی صدائیں گونج رہیں تھیں

مگر اُسے وہ موت کا سوگ لگ رہا تھا ہر ذی روح کی آنکھیں نم
تھیں اور سب کا یہی اندازہ تھا

کے ہیر اپنوں سے دوری کی وجہ سے رو رہی ہے مگر یہ محض غلط
فہمی تھی کسی مانوس لمس کی وجہ سے وہ چہرے پر سے ہاتھ ہٹانے
پر مجبور ہو گئی

اور سامنے تمنا کو دیکھ کر وہ اور زور سے رونے لگی تمنانے اُسے
سمیٹ لیا جو کام اسماء آرا نہ کر سکیں وہ تمنانے کیا تھا

وہ اُس کی سسکیاں روکنے میں کامیاب ہو گئی تھی

"بس کرو ہیر! ان لوگوں نے تمہارے ساتھ جو کیا ہے وہ تو کر لیا
اب تم اللہ پاک کی ذات پر یقینِ کامل رکھو وہ تمہیں کچھ نہیں
ہونے دینگے

بس تم نماز مت چھوڑنا صراطِ المستقیم کا راستہ اپنائے رکھنا وہ
ذلیل انسان تمہیں کھروچ بھی نہیں دے پائے گا"

وہ سامنے ٹیبل پر پڑا پانی کا گلاس اُس کے لبوں سے لگاتی ساتھ
ساتھ دھیمی آوازیں تسلیاں دے رہی تھی

مگر اُس کی آواز اتنی تیز ضرور تھی جو اسماء آرا سفر اور مہک تک
بخوبی پہنچی تھی جبکہ اصغر صاحب کچھ فاصلہ پر تھے

اس لئے سن نہ سکے ہیرا ب کچھ بہتر تھی اور کچھ ہی دیر بعد وہ
رخصت ہونے لگی تھی

لیکن وہ تمنا کے سوا کسی سے بھی دل سے نہیں ملی تھی کسی پر
بھی نگاہ نہیں ڈالی تھی اُس نے

"آپی! مہک اُس کے قریب آئی تھی ہیر دھیمی سا مسکرائی تھی
اُور اُس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا

"خوش رہو!" وہ ضبط سے بولی تھی

سفر بھی اُس کے قریب آیا تھا مگر وہ دو قدم پیچھے ہو گئی تھی

مہک تو چھوٹی تھی اُس کا تو کوئی نہ سنتا مگر سفر، سفر تو بڑا تھا
بہن کی حفاظت کرنا تو اُس کا فرض قرار دیا گیا تھا

پھر، پھر اُس نے کیسے اپنا فرض نبھایا تھا سفر شرمندگی سے سر
جھکا گیا تھا



اسماء آرا مچل رہیں تھیں ایک آخری دفع اپنی اولاد کو اپنی آغوش
میں لینے کے لئے مگر ہمت نہیں تھی

اُن میں مگر پھر انہوں نے ہیر کو کوئی بھی موقع دیئے اُسے اپنی
آغوش میں لیا تھا ہیر بھی ماں کی محبت پا کر چند لمحہ کے لئے ہی
صحیح مگر پرسکون ہو گئی

تھی مگر یہ چند پل تھے پھر اسماء آرا اُس سے جدا ہو گئیں تھیں
ہیر کو لگا کوئی بہت قیمتی چیز اُس نے جدا ہو گئی

مگر اُس نے سر جھٹک دیا اب وہاں اُسے صرف گرم آگ کے
شعلہ ہی ملنے تھے پھر اس ٹھنڈی پھوار کی کیا

اہمیت اصغر صاحب اُس کے پاس آئے تھے شاید باپ کی
محبت اُدی تھی

مگر ہیر کو نفرت اور بدگمانی نے آگھیرا تھا جیسے جیسے اصغر صاحب
کے قدم بڑھ رہے تھے ہیر کے آنسوں گرتے جا رہی تھے

اصغر صاحب اُس کے جیسے قریب آئے اپنی آغوش میں
چھپانے کے لئے وہ رُخ پھیر گئی

"جب باپ کا حق ادا کرنا تھا تب آپ کی انا اڑے آئی تھی آج
بھی اُسی انا کے زیر اثر رہیں

آپ کو یہ شہرت یہ انا یہ وعیدیں اور بھائیوں کا پیار مبارک آج آپ
کی بیٹی کی بلی چڑھ گئی ہے جشن منائیں"

وہ تلخی سے کہتی گاڑی کے کھلے دروازہ سے گاڑی میں بیٹھ گئی
تھی

اُس کے برابر میں مہک کو بیٹھنے کے لئے کہا گیا تھا مگر وہ اب اپنے
اس گھر کی کوئی بھی یاد اُدھر نہیں لے کر جانا چاہتی تھی

اِس لئے مہک کو لے جانے سے انکار کر دیا تھا اُس نے اور تمنا
کو اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا

گاڑی چند پل میں ہی زناٹے بھرنے لگی تھی مگر اُس نے ایک دفعہ
بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا

صرف ناک کی سیدھ میں دیکھ رہی تھی

جہاں سسرال میں پھولوں سے ویلکم کیا جاتا ہے

وہاں سب ناک منہ چڑھا رہے تھے لیکن اب یہ سب تو اُسے
سہنا ہی تھا

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی عجیب سی مہکار نے اُس کا
سواگت کیا تھا

اُس نے مدد کے لئے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی موجود نہ تھا ہیر نے
سر جھٹکا اور سر پر اوڑھا دوپٹہ شانے پر پھیلایا

اور سامنے موجود کھڑکی کی جانب بڑھ گئی اور ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کے
پٹ وا کر دیئے

ایک ٹھنڈی ہوائ نے اُس کے وجود کو چھوا تو اتنی دیر سے اُس کی
ذات میں چھائی سوگواری کا اثر ذائل ہو گیا

ہیر تھوڑی دیر وہاں کھڑی رہی اور پھر مڑ کر الماری میں اپنے
کپڑے سیٹ کرنے لگی

ابھی وہ کپڑے سیٹ کر رہی تھی کہ دھڑام سے دروازہ وا ہوا تھا

ہیر جو اپنے کام میں منہمک تھی یکدم پوری جان سے ہل گئی تھی

سامنے عرفان جمشید کھڑا تھا وہ عام شکل و صورت کا حامل
شخص تھا

مگر ظالم و جابر شخص تھا اسکول میں بچوں کے سر پھاڑنا کالج میں
ہاتھ پیر توڑنا اور اب گولیاں چلانا اُس کا پیشہ تھا

پورا گاؤں ہی اُس کی جابر طبیعت سے خوفزدہ رہتا تھا سیگریٹ
سے لے کر شراب تک ہر ایک بری عادت اُس میں موجود تھی

ابھی بھی وہ پان چبا رہا تھا ہیر کو اُس سے گھن آنے لگی اس لئے
وہ دوبارہ کام میں مصروف ہو گئی

"مجھے پانی دو" وہ بیڈ پر بیٹھتا دونوں ہتھیلیاں پیچھے کی جانب
جھکائے وہ بولا ہیرا بھی بھی اپنا کام کر رہی تھی

"میں نے کہا پانی پلاؤ" وہ دھاڑا ہیر کی سٹی گم ہوئی مگر وہ پھر بھی
ڈٹ کر بے نیازی سے کام کر رہی تھی عرفان دھپ سے بیڈ سے
اٹھا تھا اور جارحانہ انداز میں اُس کی جانب بڑھا تھا اور اُس کا
بازو زور سے دبوچا تھا

"تمہیں کب سے بکو اس کر رہا ہوں پانی دو کھوپڑی میں بیٹھتی نہیں
کیا بات؟"

وہ نہایت بد تمیزی سے غرایا ہیر کی نظریں اُس کے چہرے سے
ہوتیں اپنے سرخ بازو تک گئی تھیں

"میرا بازو چھوڑو" وہ آنکھیں میچتی ضبط سے بولی

"پہلے پانی!" وہ بھی ڈھٹائی سے بولا

"وہ پڑا سامنے پانی خون تو پی رہے ہو پانی کی کیا ضرورت ہے؟"

وہ بھی ناگواری سے دھاڑی اور اپنا بازو جھٹکے سے اُس کی گرفت
سے آزاد کیا تھا

مگر اگلے ہی لمحہ اُس کی دنیا گھوم گئی تھی کیونکہ عرفان نے اپنی
پوری قوت سے ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کیا تھا

"بیوی ہو میری حکم کی غلام!! اگر دوبارہ اونچی آوازیں بات کی تو
ابھی صرف تھپڑ مارا ہے

اگلی دفع زبان گدی سے کھینچ لونگا آئی سمجھ؟" وہ چیختا ہوا ٹیبل کی
جانب بڑھا تھا

اور گلاس اٹھا کر غٹا غٹ پانی اپنے حلق میں اتار لیا تھا اور پانی کا
گلاس دوبارہ بھر کے اُس کی جانب بڑھا

ہیر کب سے پیاسی تھی اُسے دکھ میں کچھ بھی نہیں سوجا تھا تمنا
نے جو ایک گلاس پانی پلایا تھا اُس کے بعد سے وہ پیاسی تھی
۔ پانی کو دیکھ کر اُس کے سوکھے لب اور بے چین ہو گئے تھے

اُس نے سوکھے لبوں پر زبان پھیر کر اُسے ترکیا عرفان نے اُس
کی جانب پانی بڑھایا جسے ہیر نے لینے چاہا

مگر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پانی سفید ماربل کی زینت بن گیا وہ پھٹی پھٹی
نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی

"تم نے مجھے آج پانی سے انکار کیا ہے نہ! آج تمہیں پانی اور کھانا
دونوں نصیب نہیں ہوگا اور تم سارا کام خود کروگی نوکروں کو میں
چھٹی دے چکا ہوں"

وہ سفاکی سے کہتا گلاس بھی اُسی زین کی زینت بن گیا

"اب جاؤ اسے بھی صاف کرو" وہ اُسے اشارہ کرتا خود فریش
ہونے چلا گیا

وہ کوئی کپڑا ڈھونڈنے لگی مگر اُسے کچھ نہ ملا تو مجبوراً اُس نے اپنے
گرد لپیٹا دوپٹے کا ایک سرا پھاڑ دیا

کیونکہ یہ صاف کرنا بھی لازمی تھا وہ ہاتھ سے ہی کانچ کے ٹکڑے
اٹھانے لگی

"آہ!!۔۔" ایک دلخرش چیخ اُس کی حلق سے برآمد ہوئی

جو واش روم سے نکلتے عرفان نے نہایت ناگواری سے سنی تھی

"یہ چیخ و پکار آج برداشت کر لی ہے کل سے ایسا کچھ ہوا تو زبان
جلی نہ ملے تمہیں دھیان رکھنا!"

وہ تنبیہ کرتے بولا اور ہیر کے پورے جسم میں سنسنی سی دوڑ
اُٹھی اُس نے اپنی سفید ہتھیلی دیکھی جو خون سے لت پت تھی

مگر وہ ضبط کر گئی آج تک وہ ضبط ہی تو کرتی آئی تھی

ابھی وہ کانچ کے ٹکڑے صاف کر کے اُٹھی ہی تھی

کے زمین پر گرے پانی کی وجہ سے اُس کا پاؤں پھسلا تھا اور وہ
زمین بوس ہو گئی

تھی اور ساری کانچ کے ٹکڑے اُس کے جسم کے مختلف
حصوں میں پیوست ہو گئے اور ایک دو ٹکڑے اُس کے چہرے پر
بھی لگے تھے وہ بلبلا اُٹھی تھی

ہیر کی تکلیف سے سسکیاں گونجنے لگیں

"عر۔۔ عرفان!!۔۔۔" وہ بامشکل بولی

اور اٹھنے کی کوشش کی مگر جان نکلتی محسوس ہوئی دوبارہ وہ زمین
بوس ہو گئی

عرفان بال بنانے میں مصروف تھا اس لئے سن نہ سکا یا سن کر
بھی ان سنا کر گیا

"عرفان! پلیزیہ کانچ نکالیں بہت تکلیف ہو رہی ہے" وہ تکلیف

کی شدت سے بلبلا رہی تھی

"تو کس نے کہا تھا کہ اندھوں کی طرح چلو؟

خود نکالو نہ میرے پاس وقت ہے کے تمہارے یہ کانچ نکالوں نہ
اتنے پیسے کے شہر جا کر ہسپتال کے دھکے کھاؤں"

وہ گھڑی اپنی کلائی پر باندھتا بولا ہیر کی نظر اُس کی کلائی پر پڑی تو
ایک تلخ مسکراہٹ اُس کے چہرے کا احاطہ کر گئی

"گھڑی لاکھوں کی اور مجھے ہسپتال لے جانے کی حیثیت نہیں" وہ
بڑبڑائی اور اس دفعہ زور دے کر آخر کار اٹھ بیٹھی تھیجن کو ڈر ہی
نہیں تھا مجھے کھونے کا۔۔۔۔۔!!!

انہیں کیا افسوس ہوگا میرے نہ ہونے کا----!!!!

نکاح خواں آگئے تھے وہ سفید گھٹنوں سے نیچے تک آتی فرائ میں
ملبوس تھی

اُس کے ساتھ چوڑی دارپاجامہ زیب تن کیا تھا اور لال چنری
سے گھونگھٹ لیا گیا تھا

وہ صوفے پر بیٹھی تھی

ایک طرف مولوی صاحب بیٹھے تھی اُن کے ساتھ اصغر صاحب
اور عرفان کے ابو جمشید کھڑے تھے

ہیر کے دائیں طرف ہیر کا بھائی سفر کھڑا تھا اور اُس کے برابر
میں ہیر کی بہن مہک کھڑی تھی

جبکہ اسماء آرا ہیر کے ساتھ اُس کے برابر میں ہی براجمان تھیں

مولوی صاحب نے نکاح شروع کیا تھا وہ اُس کی رضامندی
دریافت کر رہے تھے

مگر وہ کیا بتاتی اُس کی رضامندی مانگی ہی کب گئی تھی

جو ابھی فرضی پوچھی جا رہی ہے اُس کا دل کیا ابھی چیخ چیخ کر
کہے نہیں مجھے نہیں منظور یہ نکاح مگر وہ ایسا نہ کہہ سکی اور قبول
ہے کی تینوں دفع گردان الاپ لی اور سب سے مشکل مرحلہ تھا

نکاح نامہ پر دستخط!! آنسوؤں لڑیوں کی صورت بہنے لگے دل لرز
رہا تھا

ہاتھوں کی کپکپاہٹ دیدنی تھی چہرہ سفید پڑ گیا تھا

اُسے لگ رہا تھا اُسے موت کی نوید سنائی گئی اور جس پر اُس نے
ہامی بھر لی ہے اور اب صرف دستخط باقی ہے

مولوی صاحب دستخط کرنے کا خانہ دیکھا رہے تھے مگر نظریں
دھندھلائی ہوئی تھی بلا آخر ہیر نے قلم تھاما تھا

اور با مشکل مطلوبہ جگہ پر دستخط کر دیئے تھے اور پھر ضبط کے
بندھن توڑتی وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ
کر رودی ہر طرف مبارک باد کی صدائیں گونج رہیں تھیں

مگر اُسے وہ موت کا سوگ لگ رہا تھا ہر ذی روح کی آنکھیں نم
تھیں اور سب کا یہی اندازہ تھا

کے ہیر اپنوں سے دوری کی وجہ سے رو رہی ہے مگر یہ محض غلط
فہمی تھی کسی مانوس لمس کی وجہ سے وہ چہرے پر سے ہاتھ ہٹانے
پر مجبور ہو گئی

اور سامنے تمنا کو دیکھ کر وہ اور زور سے رونے لگی تمنانے اُسے
سمیٹ لیا جو کام اسماء آرا نہ کر سکیں وہ تمنانے کیا تھا

وہ اُس کی سسکیاں روکنے میں کامیاب ہو گئی تھی

"بس کرو ہیر! ان لوگوں نے تمہارے ساتھ جو کیا ہے وہ تو کر لیا
اب تم اللہ پاک کی ذات پر یقینِ کامل رکھو وہ تمہیں کچھ نہیں
ہونے دینگے

بس تم نماز مت چھوڑنا صراط المستقیم کا راستہ اپنائے رکھنا وہ
ذلیل انسان تمہیں کھروج بھی نہیں دے پائے گا"

وہ سامنے ٹیبل پر پڑا پانی کا گلاس اُس کے لبوں سے لگاتی ساتھ
ساتھ دھیمی آوازیں تسلیاں دے رہی تھی

مگر اُس کی آواز اتنی تیز ضرور تھی جو اسماء آرا سفر اور مہک تک
بخوبی پہنچی تھی جبکہ اصغر صاحب کچھ فاصلہ پر تھے

اس لئے سن نہ سکے ہیراب کچھ بہتر تھی اور کچھ ہی دیر بعد وہ
رخصت ہونے لگی تھی

لیکن وہ تمنا کے سوا کسی سے بھی دل سے نہیں ملی تھی کسی پر
بھی نگاہ نہیں ڈالی تھی اُس نے

"آپی!" مہک اُس کے قریب آئی تھی ہیر دھیمی سا مسکرائی تھی
اور اُس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا

"خوش رہو!" وہ ضبط سے بولی تھی

سفر بھی اُس کے قریب آیا تھا مگر وہ دو قدم پیچھے ہو گئی تھی

مہک تو چھوٹی تھی اُس کا تو کوئی نہ سنتا مگر سفر، سفر تو بڑا تھا
بہن کی حفاظت کرنا تو اُس کا فرض قرار دیا گیا تھا

پھر، پھر اُس نے کیسے اپنا فرض نبھایا تھا سفر شرمندگی سے سر
جھکا گیا تھا



اسماء آرا مچل رہیں تھیں ایک آخری دفع اپنی اولاد کو اپنی آغوش
میں لینے کے لئے مگر ہمت نہیں تھی

اُن میں مگر پھر انہوں نے ہیر کو کوئی بھی موقع دیئے اُسے اپنی
آغوش میں لیا تھا ہیر بھی ماں کی محبت پا کر چند لمحہ کے لئے ہی
صحیح مگر پرسکون ہو گئی

تھی مگر یہ چند پل تھے پھر اسماء آرا اُس سے جدا ہو گئیں تھیں
ہیر کو لگا کوئی بہت قیمتی چیز اُس نے جدا ہو گئی

مگر اُس نے سر جھٹک دیا اب وہاں اُسے صرف گرم آگ کے
شعلہ ہی ملنے تھے پھر اس ٹھنڈی پھوار کی کیا

اہمیت اصغر صاحب اُس کے پاس آئے تھے شاید باپ کی
محبت اُدی تھی

مگر ہیر کو نفرت اور بدگمانی نے آگھیرا تھا جیسے جیسے اصغر صاحب
کے قدم بڑھ رہے تھے ہیر کے آنسوں گرتے جا رہی تھے

اصغر صاحب اُس کے جیسے قریب آئے اپنی آغوش میں
چھپانے کے لئے وہ رُخ پھیر گئی

"جب باپ کا حق ادا کرنا تھا تب آپ کی انا اڑے آئی تھی آج
بھی اُسی انا کے زیر اثر رہیں

آپ کو یہ شہرت یہ انا یہ وعیدیں اور بھائیوں کا پیار مبارک آج آپ
کی بیٹی کی بلی چڑھ گئی ہے جشن منائیں"

وہ تلخی سے کہتی گاڑی کے کھلے دروازہ سے گاڑی میں بیٹھ گئی
تھی

اُس کے برابر میں مہک کو بیٹھنے کے لئے کہا گیا تھا مگر وہ اب اپنے
اس گھر کی کوئی بھی یاد اُدھر نہیں لے کر جانا چاہتی تھی

اِس لئے مہک کو لے جانے سے انکار کر دیا تھا اُس نے اور تمنا
کو اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا

گاڑی چند پل میں ہی زناٹے بھرنے لگی تھی مگر اُس نے ایک دفعہ
بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا

صرف ناک کی سیدھ میں دیکھ رہی تھی

جہاں سسرال میں پھولوں سے ویلکم کیا جاتا ہے

وہاں سب ناک منہ چڑھا رہے تھے لیکن اب یہ سب تو اُسے
سہنا ہی تھا

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی عجیب سی مہکار نے اُس کا
سواگت کیا تھا

اُس نے مدد کے لئے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی موجود نہ تھا ہیر نے
سر جھٹکا اور سر پر اوڑھا دوپٹہ شانے پر پھیلایا

اور سامنے موجود کھڑکی کی جانب بڑھ گئی اور ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کے
پٹ وا کر دیئے

ایک ٹھنڈی ہوائ نے اُس کے وجود کو چھوا تو اتنی دیر سے اُس کی
ذات میں چھائی سوگواری کا اثر ذائل ہو گیا

ہیر تھوڑی دیر وہاں کھڑی رہی اور پھر مڑ کر الماری میں اپنے
کپڑے سیٹ کرنے لگی

ابھی وہ کپڑے سیٹ کر رہی تھی کہ دھڑام سے دروازہ وا ہوا تھا

ہیر جو اپنے کام میں منہمک تھی یکدم پوری جان سے ہل گئی تھی

سامنے عرفان جمشید کھڑا تھا وہ عام شکل و صورت کا حامل
شخص تھا

مگر ظالم و جابر شخص تھا اسکول میں بچوں کے سر پھاڑنا کالج میں
ہاتھ پیر توڑنا اور اب گولیاں چلانا اُس کا پیشہ تھا

پورا گاؤں ہی اُس کی جابر طبیعت سے خوفزدہ رہتا تھا سیگریٹ
سے لے کر شراب تک ہر ایک بری عادت اُس میں موجود تھی

ابھی بھی وہ پان چبا رہا تھا ہیر کو اُس سے گھن آنے لگی اس لئے
وہ دوبارہ کام میں مصروف ہو گئی

"مجھے پانی دو" وہ بیڈ پر بیٹھتا دونوں ہتھیلیاں پیچھے کی جانب
جھکائے وہ بولا ہیرا بھی بھی اپنا کام کر رہی تھی

"میں نے کہا پانی پلاؤ" وہ دھاڑا ہیر کی سٹی گم ہوئی مگر وہ پھر بھی
ڈٹ کر بے نیازی سے کام کر رہی تھی عرفان دھپ سے بیڈ سے
اٹھا تھا اور جارحانہ انداز میں اُس کی جانب بڑھا تھا اور اُس کا
بازو زور سے دبوچا تھا

"تمہیں کب سے بکو اس کر رہا ہوں پانی دو کھوپڑی میں بیٹھتی نہیں
کیا بات؟"

وہ نہایت بد تمیزی سے غرایا ہیر کی نظریں اُس کے چہرے سے
ہوتیں اپنے سرخ بازو تک گئی تھیں

"میرا بازو چھوڑو" وہ آنکھیں میچتی ضبط سے بولی

"پہلے پانی!" وہ بھی ڈھٹائی سے بولا

"وہ پڑا سامنے پانی خون تو پی رہے ہو پانی کی کیا ضرورت ہے؟"

وہ بھی ناگواری سے دھاڑی اور اپنا بازو جھٹکے سے اُس کی گرفت
سے آزاد کیا تھا

مگر اگلے ہی لمحہ اُس کی دنیا گھوم گئی تھی کیونکہ عرفان نے اپنی
پوری قوت سے ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کیا تھا

"بیوی ہو میری حکم کی غلام!! اگر دوبارہ اونچی آوازیں بات کی تو
ابھی صرف تھپڑ مارا ہے

اگلی دفع زبان گدی سے کھینچ لوں گا آئی سمجھ؟" وہ چیختا ہوا ٹیبل کی
جانب بڑھا تھا

اور گلاس اٹھا کر غٹا غٹ پانی اپنے حلق میں اتار لیا تھا اور پانی کا
گلاس دوبارہ بھر کے اُس کی جانب بڑھا

ہیر کب سے پیاسی تھی اُسے دکھ میں کچھ بھی نہیں سوجا تھا تمنا
نے جو ایک گلاس پانی پلایا تھا اُس کے بعد سے وہ پیاسی تھی
۔ پانی کو دیکھ کر اُس کے سوکھے لب اور بے چین ہو گئے تھے

اُس نے سوکھے لبوں پر زبان پھیر کر اُسے ترکیا عرفان نے اُس
کی جانب پانی بڑھایا جسے ہیر نے لینے چاہا

مگر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پانی سفید ماربل کی زینت بن گیا وہ پھٹی پھٹی
نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی

"تم نے مجھے آج پانی سے انکار کیا ہے نہ! آج تمہیں پانی اور کھانا
دونوں نصیب نہیں ہوگا اور تم سارا کام خود کروگی نوکروں کو میں
چھٹی دے چکا ہوں"

وہ سفاکی سے کہتا گلاس بھی اُسی زین کی زینت بن گیا

"اب جاؤ اسے بھی صاف کرو" وہ اُسے اشارہ کرتا خود فریش
ہونے چلا گیا

وہ کوئی کپڑا ڈھونڈنے لگی مگر اُسے کچھ نہ ملا تو مجبوراً اُس نے اپنے
گرد لپیٹا دوپٹے کا ایک سرا پھاڑ دیا

کیونکہ یہ صاف کرنا بھی لازمی تھا وہ ہاتھ سے ہی کانچ کے ٹکڑے
اٹھانے لگی

"آہ!!۔۔" ایک دلخرش چیخ اُس کی حلق سے برآمد ہوئی

جو واش روم سے نکلتے عرفان نے نہایت ناگواری سے سنی تھی

"یہ چیخ و پکار آج برداشت کر لی ہے کل سے ایسا کچھ ہوا تو زبان
جلی نہ ملے تمہیں دھیان رکھنا!"

وہ تنبیہ کرتے بولا اور ہیر کے پورے جسم میں سنسنی سی دوڑ
اُٹھی اُس نے اپنی سفید ہتھیلی دیکھی جو خون سے لت پت تھی

مگر وہ ضبط کر گئی آج تک وہ ضبط ہی تو کرتی آئی تھی

ابھی وہ کانچ کے ٹکڑے صاف کر کے اُٹھی ہی تھی

کے زمین پر گرے پانی کی وجہ سے اُس کا پاؤں پھسلا تھا اور وہ
زمین بوس ہو گئی

تھی اور ساری کانچ کے ٹکڑے اُس کے جسم کے مختلف
حصوں میں پیوست ہو گئے اور ایک دو ٹکڑے اُس کے چہرے پر
بھی لگے تھے وہ بلبلا اُٹھی تھی

ہیر کی تکلیف سے سسکیاں گونجنے لگیں

"عر۔۔ عرفان!!۔۔۔" وہ بامشکل بولی

اور اٹھنے کی کوشش کی مگر جان نکلتی محسوس ہوئی دوبارہ وہ زمین
بوس ہو گئی

عرفان بال بنانے میں مصروف تھا اس لئے سن نہ سکا یا سن کر
بھی ان سنا کر گیا

"عرفان! پلیزیہ کانچ نکالیں بہت تکلیف ہو رہی ہے" وہ تکلیف

کی شدت سے بلبلا رہی تھی

"تو کس نے کہا تھا کہ اندھوں کی طرح چلو؟

خود نکالو نہ میرے پاس وقت ہے کے تمہارے یہ کانچ نکالوں نہ
اتنے پیسے کے شہر جا کر ہسپتال کے دھکے کھاؤں"

وہ گھڑی اپنی کلائی پر باندھتا بولا ہیر کی نظر اُس کی کلائی پر پڑی تو
ایک تلخ مسکراہٹ اُس کے چہرے کا احاطہ کر گئی

"گھڑی لاکھوں کی اور مجھے ہسپتال لے جانے کی حیثیت نہیں" وہ
بڑبڑائی اور اس دفعہ زور دے کر آخر کار اٹھ بیٹھی تھیس مٹی میں
جانے کی دیر ہے اے دوست _____!!!!

پھر ہر شخص ڈھونڈے گا آنکھوں میں نمی لے کر _____!!!

آج دوسرا دن تھا آمنہ کو نہیں معلوم تھا کہ انہوں نے ہیر کو نکالا
کے نہیں مگر اب وہ اور صبر نہیں کر سکتی تھی

صبح کے ناشتے کے بعد سب لاؤنج میں تھے کیونکہ آج اتوار تھا
سب گھر پر تھے

اور یہی موقع ٹھیک تھا وہ چپ چاپ دبے پیر اپنے کمرے میں
آئی

تکیہ کے نیچے چھپا چھوٹا سا موبائل نکالا جو وہ سب سے چھپا کر
استعمال کرتی تھی

کیونکہ وہ لوگ عورت ذات کو موبائل دینے کے خلاف تھے

آمنہ نے احتیاط کمرہ کو لاک کیا اور مطلوبہ نمبر ملایا دوسری بیل پر
ہی کال اٹھالی گئی

"ہیلو!" یہ آواز یقیناً اسماء آرا کی تھی
"ہیلو چاچی! میں آمنہ بات کر رہی ہوں"

آمنہ نے دھیرے سے بولا جبکہ اسماء آرا موبائل کو گھورنے لگیں

"آمنہ! تمہارے پاس موبائل کیسے آیا؟" وہ حیرت سے بولیں

"چاچی کیسے آیا؟ کیوں آیا؟ یہ سب کرنے کا وقت نہیں ہے میری
بات دھیان سے سنیں اور جلد از جلد ادھر پہنچیں

نہیں تو آپ لوگوں کی بقیہ زندگی پچھتاوہ میں گزر جائیگی اور میری
بھی کہ کاش! میں آپ لوگوں کو بتا دیتی"

آمنہ دھیرے دھیرے انہیں سب بتاتی چلی گئی اور سامنے
والوں کو لگا ان کا سب لٹ گیا

اسماء آرا چونکہ کھانا کھا رہی تھیں اس لئے فون اسپیکر پر تھا

اور سب ہی ادھر موجود تھے

آمنہ کا ایک ایک لفظ سب بخوبی سن چکے تھے اسماء آرا کی
سسکیاں اس خاموشی میں ارتعاش پیدا کر رہیں تھیں

"چاچی پہلے آپ نہ لڑیں تھیں مگر خدا را آج دیر مت کریں آج اپنی
بیٹی کا دفع کر لیں نہیں تو اللہ کو کیا جواب دینگی

میرے پاس وقت نہیں میں انتظار کرونگی "آمنہ نے کہا اور فون
کاٹ دیا

اور دوبارہ موبائل تکیہ میں چھپا کر خود کو نارمل کرتی باہر نکل آئی
وہاں سب سکتے میں تھے یہ گناہ تو انہوں نے جان بھوج کر کیا تھا
اب اس کی معافی انہیں کیسے ملے گی

"اصغر میں آپ کے ہاتھ جوڑی ہوں پیر پڑتی ہوں میری بیٹی کو
وہاں سے نکال لے

با خدا! میں اور میری بیٹی آپکی زندگی سے دور چلے جائینگے آپ پر
بوجھ نہیں بنینگے مگر خدا را اُسے وہاں سے نکال لائے ایک آخری
احسان کر دیں " وہ منشیں کرتی بولیں

"امی کن کے سامنے ہاتھ پھیلا رہی ہیں جو اتنے خود غرض اور
دولت کے پجاری ہیں

کے اپنی اولاد کو آگ میں جھونک دیا اور ہمیں اتنا موقع بھی
فراہم نہ کیا کہ ہم صرف درخواست کر سکتے

ہم تو کہتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں ہمیں ہی جان سے نہ
مار ڈالیں " مہک روتے ہوئے بولی

"چلیں امی ہم چلتے ہیں میں اب اور اپنی بہن کو اُدھر نہیں رہنے
دونگا"

سفر نے اپنے باپ کے تاثرات کو بغور تکا جواتنے سب کے بعد
بھی سپاٹ تھے

اُسے لگا اگر اب وہ باپ کے ڈر سے بیٹھا رہا تو یقیناً اپنی بہن کو
کھو دیگا

وہ لوگوں آگے پیچھے بھاگتے ہوئے نکل گئے تھے

اُس کے نکلتے ہی اصغر صاحب کی آنکھ سے آنسوں بہا تھا جو اُن
کے کرتے میں جذب ہو گیا

"کیا وہ اپنی بیٹی کو کھو دینگے؟" یہ ایک سوالیہ نشان تھا

جب تک ان کی بیٹی صحیح سلامت ان کی نظروں کے سامنے نہ
آجاتی وہ بے سکون رہتے

وہ اضطرابی انداز میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے

وہ لوگ اندر داخل ہوئے تو سب لوگ جو پر سکون بیٹھے تھے یکدم
سٹیٹا گئے

"ارے سفر بیٹا آپ یہاں؟" جمشید صاحب کی رنگت زرد پڑ گئی

"کیوں تایا ابو ہم نہیں آسکتے کیا؟" وہ آبرو اچکا کر تیز لہجہ میں بولا

"ارے، ننن۔۔۔ نہیں مم۔۔۔ میرا یہ مم۔۔۔ مطلب نہیں تھا بتا کے
آتے تو اچھا رہتا آؤ بیٹھو" وہ گڑبڑا گئے

"بتا کر آتے تو اپنی بہن کو یہاں پاتے نہیں بتا کر آئے تبھی تو آپ
لوگوں کی کرتوتوں کا اندازہ ہوا ہے" وہ غصہ سے دھاڑا

"جائیں مہک امی جائیں دیکھیں انہوں نے کہاں رکھا ہے میری
بہن" کو وہ سرخ آنکھوں سے بولا

"ارے کہاں؟ تمہاری بہن اوپر کمرے میں آرام کر رہی ہے"
جمشید صاحب ان کی راہ میں حائل ہوئے

"راستہ چھوڑیے بھائی صاحب ہمارا" اسماء آرا چنگاڑیں

"بہن میں کہہ رہا ہوں نہ وہ آرام کر رہی ہے ہم بلا دیتے ہیں!!"

وہ بس انہیں کسی بھی طرح سے روکنا چاہتے تھے لیکن آج آمنہ
انہیں واپس پلٹا نہیں دیکھ سکتی تھی

"آؤ میں ساتھ چلتی ہوں آپ لوگوں کے" آمنہ بھی فوراً اٹھ کھڑی
ہوئی

سب ہی آمنہ کو گھورنے لگے کہ وہ کیا کر رہی ہے لیکن آمنہ کو
کوئی فرق نہیں پڑتا تھا

اس وقت آمنہ کو اپنی فیملی درندگی کا منہ بولتا ثبوت لگ رہی تھی

اور وہ اپنی بہن جیسی بھابھی کو ان کے چنگول سے نکلوانا چاہتی
تھی

وہ تینوں ایک ایک کمرہ چیک کرنے لگ گئی تھیں

"اگر میری بہن کو کچھ ہوا نہ عرفان قسم سے تمہیں چھوڑوں گا
نہیں" سفر چنگاڑا تھا

"یہ تو دینے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا

تمہارا باپ خود ہی اُسے یہاں لاوارثوں کی طرح پھینک گیا تھا"
عرفان مزہ سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر صوفے پر براجمان تھا

سفر نے غصہ سے مٹھیاں بھینچ لیں

"وہ میرے باپ نے پھینکا تھا مگر اب وہ یہاں"۔۔۔

اس سے پہلے سفر اپنا جملا مکمل کرتا اوپر سے چیخوں کی آواز سن
کر اُس نے بوکھلا کر سب کو دیکھا

اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر پہنچا باقی سب بھی تماشائی
بنے اوپر کو بھاگے

سفر اندھا دھند بھاگ رہا تھا اس کے پاؤں اسٹور روم کا کھلا
دروازہ اور اندر سے آتی سسکیوں اور چیخوں کو سن کر رکے تھے

سفر کو وسوسوں نے گھیر لیا وہ دھڑکتے دل کو قابو کرتا اندر داخل
ہوا تو اپنی بہن کے بے سدھ اور زخمی وجود کو دیکھ کر اُسے لگا

اُس کے جسم سے جان کھینچ لی گئی ہے وہ تیر کی طرح اُس کے
پاس پہنچا



اور سب کو دور پھینکتا اپنی بہن کے پاس پہنچا اُس کا سر اپنے گود
میں رکھ کر ہیر کو تھپتھپانے لگا تھا

مگر اُس کے نازک وجود میں جنبش ختم ہو چکی تھی

اُس کے جسم پر جگہ جگہ زخم دیکھ سفر کو اپنے آپ سے نفرت
ہونے لگی

وہ کتنا چیخی تھی مگر کسی نے اُس کی نہ سنی اور آج وہ کسی کی نا
سن رہی تھی سب ہی اُسے جھنجھوڑ رہے تھے

"آمنہ یہ یہاں کب سے ہے؟" سفر کو اپنی آواز کسی گہری کھائی
سے آتی محسوس ہوئی

"دود۔۔۔ دودن مجھے لگا تھا ان لوگوں نے بھا بھی کو نکال لیا بھلا
کون ظالم کسی
کو دودن
بنا پانی بنا کھانے کے بند رکھتا ہے مگر، مگر میں غلط نکلی بھائی میں

غلط نکلی یہ لوگ وہ درندہ صفت انسان ہیں جو کچھ بھی کر سکتے
ہیں"

وہ دیوانہ وار رو رہی تھی

آمنہ اُٹھی اور ان سب کے مقابل اکھڑی ہوئی

"امی مجھے ماریں آپ کو اچھا نہیں لگا بھابھی نے مجھ سے کام
کروایا

کیوں، کیونکہ میں آپکی اولاد تھی

تو دیکھیں ناں یہ نہیں کسی کی اولاد

بولیں نہ امی لیں مجھے ماریں، ماریں نہ!"

وہ ان کا ہاتھ لیتی زبردستی اپنے رخسار پر ضربیں لگانے لگی

"نہ میرا بچہ اس کی موت ایسے لکھی تھی اس میں ہمارا کیا

قصور؟"

وہ اب بھی اپنی غلطی ماننے سے انکاری تھیں

آمنہ فوراً پیچھے ہٹی اور نفرت سے اُن کا چہرہ دیکھنے لگی

اگر آپ کو میری فکر ہوتی یا آپ میں ذرا سی بھی ممتا ہوتی تو آپکو
احساس ہوتا

بھابھی کا مگر آپ جلاد سے بھی بری ہے گھن آتی ہے

مجھے آپکو اپنی مان کہتے ہوئے وہ نفرت سے پھنکاری اور غزالہ
دوپٹے میں منہ چھپا کر رونے لگیں

کیا فائدہ جھوٹے آنسوؤں بہانے کا جب آپ لوگوں کو کسی کے
آہوں سسکیوں سے فرق نہ پڑا

اب وہ جمشید صاحب کے پاس آئی تھی
"ابو!! چاچو نے کتنے مان سے آپکو اپنی اولاد سونپی تھی

اتنا مان تھا آپ پر کے جب ہیر چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی

وہ وہاں شادی نہیں کرے گی تب بھی وہ نہ مانے اور اس قید میں
جھونک دیا

کیوں آپ نے ایسا کیا ابو آخر کیوں؟"

آج ان کی اولاد اُن کے سامنے سوالیہ نشان بنی کھڑی تھی لیکن
جمشید صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا

وہ تو بس اپنے بچے کی پردہ داری کرتے رہے تھے

پوری زندگی اور اُس کے ساتھ گناہ میں شامل ہوتے رہے تھے

ایسے ہی گناہ میں لذت نہیں رکھی گئی جب ہم گناہ کرتے ہیں تو
آہستہ آہستہ ضمیر کی عدالت ختم ہوتی جاتی ہے

اور ایک دن وہ مکمل ختم ہو جاتی ہے اور ہر گناہ ہمیں صحیح لگتا ہے لیکن جب کوئی ہماری ذات کو جھنجھوڑ دے خاص کر

کوئی اپنا تو لگتا ہے ہم کیا کر بیٹھے گناہ کے اوپر گناہ وہ شرمندگی سے سر جھکا گئے

وہ عرفان کے پاس آئی

"آپ نے جو جو ظلم کئے ہیں

نہ اس معصوم پر بھائی قیامت والے دن آپ اللہ کو کیا جواب
دینگے؟

اس کا تو کوئی قصور تھا ہی نہیں عرفان بھائی پھر بھی اتنا ظلم اتنا
تو کوئی دشمن کے ساتھ بھی نہ کرے

اور آپ، اب تیار ہو جائیں بھائی اللہ نے مکافات عمل رکھا ہے
اور اس کا صلہ ہمیں دنیا میں ہی مل جاتا ہے

اب کچھ دنوں بعد آپ کی بہن بھی اسی جگہ اسی مقام پر بے سدھ
پڑی ہوگی

اچھا ہوگا نہ تب آپکو ان کے اوپر برپا ہوئی قیامت کا اندازہ ہوگا"
وہ ان لوگوں کی جانب اشارہ کرتی

طنزیہ ہنس کر بولی جو سکتے کی کیفیت میں ہیر کو تکے جا رہے تھے

جیسے کسی نے اُنہیں انسان سے مورتی بنا دیا ہو

وہ لوگ تڑپ اُٹھے تھے

"مجھے بھی سزا ملنی چاہئے مجھے ہیر بھا بھی کو بچانا چاہئے تھے

کیوں نہیں بچایا میں نے آج میں نے اپنی ذات کھودی"

وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی سب ہی وہاں رو رہے تھے آج سب کا
غرور اکڑ سب ختم ہو چکا تھا وہ ایک ایسی بنجر زین ہو گئے تھے
جسے بنجر کرنے والے وہ خود تھے

انہوں نے جو ہیر کے ساتھ کیا اُس عمل کی سزا تو انہیں خدا دینے
والا تھا

اور اب تو ہیر بھی زندہ نہیں تھی

کے وہ انہیں معاف کرتی وہ تو سب سے رسوا اور ناراض ہو کر
گئی تھی

اور جب تک اللہ کا بندہ اُس انسان کو نہیں بخش دیتا جس نے
اُس کے ساتھ زیادتی کی ہو

اللہ بھی اُسے نہیں بخشتا اور ایسی سزا دیتا ہے جو بے شک
انسان کی سوچ سے بھی بالاتر ہوتا ہے

نیچے پولیس کا سائرن بجا تو سب اپنی اپنی سوچوں سے نکلے پولیس
کا سائرن تھا

یا زندگی کی نوید سب کے چہرے کھل اُٹھے اور جمشید صاحب کو
یہ سائرن موت کی نوید لگا ان کے رنگ سفید پڑ گئے تھے

پولیس انہیں لے کر بھی چلی گئی عرفان کو علم نہ ہوا اُس کے
کانوں میں تو آمنہ کے بس انہی الفاظوں کا تصادم چل رہا تھا

"اللہ کو کیا جواب دینگے؟"، "تیار رہیں بھائی کچھ دنوں بعد آپکی بہن
بھی اسی طرح پڑی ہوگی" وہ چیخنے لگا تھا

بالوں کو نوچنے لگا تھا مگر وہ کہاوت کیا خوب کہی گئی ہے

اب پچتائے کیا ہوت، جب چڑیا چُک گئیں کھیت

وہ لوگ تھکے ماندے گھر میں داخل ہوئے تھے ایسے جیسے اُن کے
کندھوں پر ہی ہیر کی میت ہو منوں بوجھ لئے وہ آئے تھے

کندھے جھکے ہوئے تھے

آنکھوں میں سرخی مائل تھی لاؤنج میں ابھی ابھی اصغر صاحب
بے چینی سے ٹہل رہے تھے

جیسے وہ داخل ہوئے اصغر صاحب بے چینی سے اُن کے پیچھے
دیکھنے لگی مگر ان بیٹی تو کہیں نہیں تھی

"کہاں ہے ہیر؟" آج انہوں نے اپنی انا بالائے طاق کر کے آخر

پوچھ ہی لیا

سب خاموش رہے

"بتاؤ کہاں ہے میری بیٹی؟" انہیں اپنی آواز گہری کھائی سے آتی

محسوس ہوئی اُن کی آواز پر سفر نے جھکا سر جھٹکے سے اٹھایا تھا

اور انہیں دیکھتے اُس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ اُبھری تھی

"آرہی ہے"! وہ محض اتنا بول کر خاموش ہو گیا اصغر صاحب تو
جیسے یہی الفاظ سننا چاہتے تھے

ان کے چہرے پر اطمینان بھری

مسکراہٹ دوڑی مگر اگلے ہی لمحے کندھے دیتے لوگوں کو کسی کی
میت لاتے دیکھ ان کی مطمئن مسکراہٹ غائب ہو گئی اور ان
کے ماتھے پر بل پڑے

"یہ۔۔۔ یہ سب؟" ان کا جسم بکھرنے لگا تھا

"دیکھ لیں اب مل گیا سکون یہ رہی ہماری ہیر اب مردہ ہے
خوش ہو جائیں" اسماء آراٹوٹے لہجہ میں بولی اصغر صاحب
پورے قد سے زمین بوس ہوئے تھے

اُن کی کل کائنات لٹ گئی انہوں نے کتنے مان سے دی تھی

اپنی بیٹی اپنے بھائی کو کے وہ اُسے خوش رکھینگے مگر یہ، یہ کیا
انہوں نے تو اتنا خیال رکھا

کہ وہ دو دن میں اس طرح گھر آگئی

وہ زمین سے ہی اپنا وجود گھسیٹتے اپنی بیٹی کی میت کے پاس آئے
اور مغرور اکڑ والے اصغر چیخ چیخ کر رونے لگے "کیوں کیا آپ
نے اصغر ایسا کیوں میری بیٹی کی بات نہیں سنی دیکھیں کس
حال میں ہے وہ؟" وہ چیختی ہوئی ان کے قریب آئیں

"آپ لوگ صرف اصغر انکل کو قصور وار نہیں ٹہرا سکتیں آنٹی
خود آپ نے کب اُس کی حمایت کی تھی اگر آپ اُس کی حمایت
کرتیں

تو وہ آج ہمارے ساتھ ہوتی" کسی کی آواز پر وہ لوگ پلٹے تھے
سامنے تمنا روتی ہوئی کھڑی تھی

"وہ روز تل تل مرتی تھی آنٹی اُسے تو اس وقت ایک ماں کی سب
سے زیادہ ضرورت تھی مگر وہ تو کہیں تھیں

ہی نہیں آپ نے کتنی آسانی سے اپنا سارا الزام اپنے شوہر پر
ڈال کر اپنے آپ کو ہر گناہ سے بری کر لیا

نہیں آنٹی آپ بھی گناہ گار ہیں اگر آپ انہیں سمجھاتی تو انکل
سمجھ جاتے

تھوڑے توقف کے بعد ہی سہی مگر آپ نے کیا کیا خود جا کر اُسے
زلزلوں کی زد میں چھوڑ آئیں اس کے بعد اُس پر کیا قیامت برپا
ہوئی

آپ تو اُس سے لاعلم ہی ہیں "تمنا بول رہی تھی اور سب سن
رہے تھے اب بچا ہی کیا تھا نہ سننے کے سواء

"آپ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے نہ اس میں کوئی ایک نہیں سب
قصور وار ہیں

ہیر نے تو اپنی میت تک آپ لوگوں کو نہ دیکھانے کا کہا تھا کیونکہ
وہ آپ لوگوں سے اس قدر نفرت کرتی تھی

کیسے آپ لوگ اُس سے معافی طلب کریں گے؟ آنٹی وہ تو چلی گئی
آپ لوگوں نے اُس کا کبھی ساتھ نہیں دیا آنٹی انکل آپ لوگ
تھوڑا تو اُسے اسپیس دیتے اتنا تو اعتماد دیتے

کے وہ اتنا حق رکھتی کہ آپ لوگوں سے کہہ سکتی

آپ لوگوں سے فرمائش کر سکتی آپ نے تو بچپن سے اُس پر
صرف اپنے حکم تھوپے ہیں

اگر تھوڑا اُس کا سنتے تھوڑی اپنی کرتے تو آج وہ ہمارے ساتھ
ہوتی

میرا آپ لوگوں سے سوال ہے کہ کیا ملا آخر زندگی ہیر نے گزارنی
تھی

آپ لوگوں نے نہیں پھر کیوں اپنے بے جا فیصلہ اُس پر تھوپ
کر اُس کی چند دن کی بقیہ زندگی چھین لی

میری گزارش ہے جو آپ لوگ ہیر کے ساتھ کر چکے ہیں خدارا!!
مہک کے ساتھ نہ کیجئے گا اُس کی خوشی اُس کی رضامندی جان
لیجئے گا

نہیں تو ایک اور ہیر اس خاندان میں پیدا ہو جائے گی شاید ہیر کی
زندگی اتنی تھی

مگر آپ یہ سب مہک کے ساتھ مت دھرائے گا۔۔۔

وہ سب کو آئینہ دیکھا کر جاچکی تھی



سب کے دل کا بوجھ مزید بڑھ گیا تھا مگر یہ بوجھ تو تا عمر کا ہی تھا

اور کچھ دیر بعد اُس کی میت اُٹھی تھی اور اُسے قبرستان لے کر

جایا جا رہا تھا

اور اصغر صاحب اپنی جوان بیٹی کو اپنے ضعیف ہاتھوں سے
مٹی میں اُتار آئے

تھے وہ پرسکون نیند سو گئی تھی لیکن سب کو بے چین کر کے اُس
نے اپنی زندگی بے چینی میں گزاری

اور اب وہ پرسکون تھی اور سب بے چین تمنا کو دوست کے
جانے کا غم ضرور تھا

مگر وہ پرسکون تھی وہ اس دنیا کی قید سے رہا ہو گئی تھی

آمنہ کو اسماء آرا اپنے ساتھ لے آئیں تھیں کیونکہ اس میں اُس کا
کوئی قصور نہیں تھا

عرفان کو پاگل مریض قرار دے کر اُس کی سزا معاف کر دی گئی
تھی

اور اُسے پاگل خانہ منتقل کر دیا گیا تھا

جمشید صاحب یہ سب برداشت نہ کر پائے تھے

اور ہارٹ اٹیک کی وجہ سے موت کی نیند جا سوئے تھے غزالہ بیگم
جیل کی سلاخوں کے پیچھے اپنے آخری دن گن رہی ہیں

اُن کی حالت بھی بدتر ہے صبح اپنے خون سے دیواروں پر لکھنا
اور رات میں چیننا ان کا روز کا مشغلہ جیسے بن گیا

تھا سب ہی اپنے اختتام کو پہنچ چلے تھے

لیکن ایک ہیر تھی جو اس دنیا کی قید سے آزاد ہو کر پر سکون نیند سو
گئی تھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے

گاڑی قبرستان کے قریب آکر رکی تھی کوئی باہر نکلا تھا مگر آج اُن
کی چال ڈھال میں مغروریت نہیں لڑکھڑاہٹ تھی

ہاتھوں میں پھولوں کی تھیلی تھامے

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے قبرستان کے اندر داخل ہوئے تھے اور
اُن کے قدم ایک قبر پر آکر رکے تھے

"ہیر عرفان!!"

"ولد اصغر چوہدری!!"

وہ اُسے دیکھ کر رونے لگے تھے

اور گھٹنوں کے بل گر گئے تھے اُن کا نحیف وجود بکھر گیا تھا

"مجھے معاف کر دینا بیٹا میں ایک باپ ہونے کا فرض ادا نہ کر سکا
تمہیں وہ تحفظ فراہم نہ کر سکا وہ اعتماد ناں دے سکا

جس کی تم حقدار تھیں میں لالچ میں آگیا تھا اور میں نے تمہیں
طیاق دیا

ایک بار پوچھا بھی نہیں کے کیا وہ میری بیٹی کو خوش رکھینگے

بس بھروسے کے تحت دے دیا اور یہی میری سب سے بڑی
غلطی تھی مجھے لگا جائیداد بھی ہاتھ آجائے گی

اور تمہاری زندگی بھی دیر سویر سدھر جائے گی مگر انہوں نے،

انہوں نے تو تمہیں دو دن میں مردہ حال میری گھر کی چوکھٹ پر
پہنچا دیا



تم فریاد کرتی رہیں مگر میں جلد بازی میں یہ سب کر گیا ماں باپ کو
کبھی بھی بیٹیوں کے معاملے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے

اچھی طرح جانچ پڑتال کر کے ہی اپنی بیٹی سوپنی چاہئے !!! وہ
زار و قطار رونے لگے تھے

"مجھے معاف کر دینا میرے بچے"۔۔۔ وہ آنسوؤں رگڑتے بولے

اور قبر پر پھول رکھنے لگے

ایک دفع اپنا ہاتھ ہیر کی مٹی پر پھیرا اور پھر اپنے تشنہ لب اُس کی
قبر پر رکھ کر وہ نحیف چال چلتے پلٹ گئے تھے

عورت تو بہت نازک ہوتی ہے اُسے جس رنگ میں ڈھالو ڈھل
جاتی ہے

یہ کہانی صرف ہیر کی نہیں بہت سی لڑکیوں کی ہے جنہیں صرف
رشتوں اور پیسوں کی عوض میں کہیں بھی پھینک دیا جاتا ہے

ایسا پیسہ کس کام کا جس سے اولاد کا نقصان ہو خدا را ہوش کے
ناخن لیں اور اپنی اولاد کا مستقبل سنواریں نہ کے تباہ و برباد
کریں

وہ قدم قدم چلتی داخل ہوئی تھی

اندر سب ادھر سے ادھر بکھری ہوئی حالت میں گھوم رہے تھے

کوئی اُسے دیکھ کر بچوں کی طرح اُچھلتا ہوا آیا تھا

"تت۔۔ تو پھر آج اکیلی آگئی وہ۔۔۔ وہ میری بیوی۔۔ بیوی
کلک۔۔ کہاں ہے!!!" وہ سر کھجاتا بولا آمنہ نے اُسے بغور دیکھا وہ
درندہ آج بالکل پاگل سا لگ رہا تھا

سفید مگر مٹی کی بدولت کالا ہو جانے والا کرتا پہنے بکھرے بال وہ
ملگجے سے حلیہ میں تھا

"نہیں آپ نے اُسے دُکھ پہنچایا ناں اس لئے وہ نہیں آئی وہ
بھول گئی ہے آپکو"

وہ ضبط سے بولی مگر آنسوؤں پر کس کا بس چلتا ہے

"ہووو۔۔!! وہ مجھ سے ناراض ہو گئی اوہ امی" وہ اتنا کہہ کر بچوں
کی طرح رونے لگا اور بالوں کو نوچنے لگا

"وہ مجھے بھول گئی لیکن میں بھی اپنے آپ کو بھول گیا"

"کون ہوں میں؟، کیا نام ہے؟ میرا بتانہ لڑکی کون ہوں میں کیا نام
ہے میرا؟"

وہ سلاخوں کی طرح بنے دروازہ کو دھکا دیتے بولا

آمنہ اُسے تاسف سے دیکھنے لگی

مگر اُسے معلوم تھا یہ دنیا مکافات ۽ عمل ہے وہ اُلٹے پیر پیچھے
جانے لگی

اور عرفان کی دہائیاں بڑھنے لگیں

اُسے آج صرف وہی نام وہی انسان یاد تھا جس کے ساتھ اُس
نے اتنے ظلم کئے تھے

آمنہ کے ہر دفعہ جانے پر وہ اُسی انسان کے بارے میں دریافت
کرتا تھا

اور وہ ہر دفعہ کی طرح آج بھی بنا جواب دئے پلٹ آئی تھی

وہ اب چلتی ہوئی جیل میں آئی تھی

"مجھے جیلر نمبر تین سو دو سے ملنا ہے؟" وہ وہاں بیٹھے کا نسٹیبیل سے
بولی

"وہاں سے دائیں جائیں مگر یاد رکھے صرف دس منٹ ورنہ وہ
بہت ہائپر ہو جاتی ہیں

پھر پورا تھانہ سر پر اٹھا لیتی ہیں" وہ اُسے تنبیہ کرتا بولا تو وہ سر ہلا
کر آگے بڑھ گئی

اُس کے قدم اپنی مطلوبہ جگہ پر آکر تھم گئے تھے

"ماں!!" اُس نے پکارا جہاں گھپ اندھیرا تھا بس ایک چھوٹی
سی جگہ سے روشنی تھوڑی سی آرہی تھی

جس سے کسی کا چہرہ دیکھنا نہ ممکن تھا تبھی کوئی اُس اندھیری
نگری سے برآمد ہوئی تھی

"آمنہ!!" اُن کے لب پھڑپھڑائے

"کیسی ہیں ماں؟" آمنہ نے نم آوازیں پوچھا جیسی بھی تھیں وہ
اس کی ماں تھیں

آخر اور اب تو وہ نیم پاگل سی رہنے لگی تھیں

"ٹھیک نہیں ہوں بیٹا ہیر نے مجھے بددعائیں دی ہیں میری حالت
ایسی ہو گئی ہے"

وہ پلٹ کر اُداسی سے بولیں

"ماں آپ، آپ شروع میں اپنے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کر یہ سب
کرنے سے روک دیتیں تو آج یہ سب نہ ہوتا جو ہو چکا ہے"

"لیکن آپ نے اور بابا نے اُسے بڑھاوا دیا اور دیکھیں آج ہم
کہاں ہیں بھائی پاگل خانے میں اپنی زندگی کے دن گن رہے ہیں"

"بابا تو اس دنیا سے ہی چلے گئے اور آپ یہاں ہیں اور دیکھیں
جن کی بیٹی کے ساتھ آپ نے ایسا کیا"

"وہ بغیر مجھے اس بات کا احساس دلائے اپنے ساتھ رکھ رہے ہیں
اگر وہ لوگ آپکی اولاد کو نہ رکھتے تو میں بھی سڑکوں کی خاک چھان
رہی ہوتی"

"آپ اپنے کئے کی سزا بھگت رہی ہیں ماں اور اس معاملے
میں، میں کچھ بھی نہیں کر سکتی"

"مجبور ہوں میں خیال رکھنے گا چلتی ہوں پھر کبھی نہیں آؤنگی" وہ
نم آواز میں کہتی سلاخوں کے اندر ہاتھ ڈالتی اپنی ماں کا گال
تھپتھپایا اور وہاں سے چلی گئی

اور اس کے پیچھے آج پھر وہ چیخ و پکار کرنے لگیں اپنے آپ کو
کاٹنے لگیں مارنے لگیں وہ بالکل پاگل ہو گئیں تھیں انہوں نے
اپنی سزا دنیا میں ہی پالی تھی

"مت جاؤ آمنہ میرا دم گھٹتا ہے یہاں پلیز ایک بار صرف ایک بار
اُس لڑکی کو لے آؤ میری روح میرے جسم سے تب تک جدا
نہیں ہوگی"

"جب تک میں اُس سے معافی نہیں مانگ لیتی پلیز اُسے لے آؤ میں
ایک بار معافی مانگ لوں۔"

"پھر میں سکون سے مر جاؤں مجھے یہاں وحشت ہوتی ہے ایسا لگتا
ہے وہ مجھ پر ہنس رہی ہے" وہ چیخ چیخ کر کہہ رہیں تھیں

اور ان سے دور جاتی آمنہ اسے سن رہی تھی اُسے لگا اُس نے
ہیر کو انصاف دلا دیا ہے اور اب اُس کی روح مطمئن ہے

"ختم شد"

یہ کہانی میری تمام کہانیوں سے زیادہ میرے دل کے قریب ہوئی
ہے اور یہ میں نے بہت ہی محنت سے لکھی ہے اُمید ہے سب
کو نہیں تو چند لوگوں کو اس سب سے سبق ملے اگر مل گیا تو
میری محنت وصول ہو جائے گی